۲۶

موجودہ جنگ میں ہمیں اختلافات کو بھول کر حکومتِ برطانیہ کی مدد کرنی چاہیئے

(فرمودہ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۹ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ نہایت ہی لطیف نکتہ بیان فرمایا ہے کہ ضروری نہیں ہوتا کہ جو چیز تم کو جلدی ملنے والی ہو وہ تمہارے لئے اچھی بھی ہو بلکہ بسا اوقات جو چیز بعد میں آنے والی یا دیر سے ملنے والی ہوتی ہے وہ زیادہ اچھی ہوتی ہے اور قریب میں رکھی ہوئی یا قریب میں ملنے والی چیز بُری ہوتی ہے۔ جس طرح قرآن کریم نے اس نظریہ کو پیش کر کے دُنیا کی ہمتوں کو بڑھانے اور اس کے اخلاقی معیار کو بُلند کرنے کی کوشش کی ہے کہ بعض دفعہ چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آجایا کرتی ہیں اِسی طرح اُس نے اس نظریہ کو پیش کر کے انسان کی عقل اور اس کی ذہانت کو تیز کر دیا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ کوئی چیز جو قریبُ الحصول ہو وہ زیادہ اچھی ہو اور جس چیز کے متعلق انسانی قلوب میں شکوک اور شبہات ہوں کہ معلوم نہیں وہ ملتی بھی ہے یا نہیں اور اگر ملتی ہے تو کب اور کس رنگ میں وہ بُری ہو۔

انسانی فطرت کی یہ کمزوری ہے کہ وہ قریب کی چیز کو جو مل رہی ہو بہتر سمجھتی ہے کیونکہ وہ خیال کرتی ہے کہ نہ معلوم کوئی اور چیز ملتی بھی ہے یا نہیں۔ پھر کیوں نہ مَیں اس قریب سے

ملنے والی چیز سے فائدہ اُٹھالوں ۔ اس لالچ اور حرص کی وجہ سے وہ تمام پہلو جن پر غور کرنا ضروری ہوتا ہے انسان انہیں بھُول جاتا ہے کیونکہ جب کسی انسان کے دل میں لالچ پیدا ہوجاتا ہے تو اس کی عقل ماری جاتی ہے۔

بیسیوں انسانوں کو تم دیکھو گے کہ وہ اپنے دوستوں کی مجلس میں بیٹھ کر یہ ذکر کررہے ہوں گے کہ ہم نے فلاں کام کیا اور ہمارا خیال تھا کہ ہمیں اس میں فائدہ ہوگا مگر بجائے فائدہ کے ہمیں نقصان ہوگیا اور جب ان سے پوچھو کہ اس بارہ میں تم نے پہلے غور کیوں نہ کرلیا تو وہ کہیں گے کہ ہم کیا کریں ہماری تو عقل ماری گئی تھی یہ اسی نظریہ کی ترجمانی ہے جس کا مَیں نے ابھی ذکر کیا ہے کہ جب انسان کے دل میں لالچ پیدا ہوتا ہے تو اس کی نظر محدود ہوجاتی ہے اور نظر محدود ہوجانے کی وجہ سے وہ کھلے اور روشن دلائل جو دوسروں کو نظر آتے ہیں اُسے نظر نہیں آتے لیکن جب انسان کی نظر وسیع ہوتی ہے تو وہ تمام پہلوؤں پر غور کرتا اَور اپنے نفع اور نقصان کا مقابلہ کرتا ہے اور جب وہ دیکھتا ہے کہ قریب کی نفع مند چیز انجام کے لحاظ سے مضِر ہے تو وہ اپنے دل میں یہ فیصلہ کرلیتا ہے کہ مجھے اپنے نفس کی خواہشات کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ مجھے لالچ اور حرص کے ماتحت قریب کی فائدہ مند چیز کو نہیں لینا چاہئے بلکہ اس وقت تک مجھے انتظار کرنا چاہئے جب تک مجھے حقیقی طور پر اچھی چیز نہ مل جائے۔

مَیں دیکھتا ہوں دُنیا میں بہت سے لوگ اس قسم کے غلط اندازے کرکے بڑی بڑی ترقیات سے محروم ہوجاتے ہیں اور بہت سے لوگ صحیح اندازے کرکے بہت بڑی ترقیات کو حاصل کرلیتے ہیں۔ ایک طالب علم جو کھیل کود کے مزے کو دیکھتا ہے جب اس مزے کو تعلیم پر مقدم کرلیتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ ایک قریب کا نفع ہے جو مجھے حاصل ہورہا ہے۔ پھر کیوں نہ مَیں اِس نفع کو پوری طرح لے لوں۔ میرے ماں باپ مجھے کہتے ہیں کہ تم پڑھ لکھ لوگے تو بڑے آرام سے زندگی بسر کرسکو گے مگر مجھے تو بغیر پڑھے لکھے ہی آرام کی زندگی حاصل ہے۔ پھر مَیں کیوں پڑھوں اور کیوں محنت کروں؟ میرے لئے یہی آرام کافی ہے جو کھیل کود کی صورت میں مجھے مل رہا ہے۔ اس کی عقل اتنی ماری ہوئی ہوتی ہے اور اس کی نظر اتنی تنگ ہوتی ہے کہ وہ اس آرام کو جو اُسے مل رہا ہوتا ہے مقدّم کرلیتا ہے اور یہ بالکل محسوس نہیں کرتا کہ کھیل کُود کے آرام میں اور

اُس آرام میں جو تعلیم مکمل کر لینے کے بعد طالب علم کو حاصل ہوتا ہے کیا فرق ہے؟

انبیاء دُنیا میں آتے ہیں اور وہ اپنی تعلیم پیش کر کے کہتے ہیں کہ اگر اِس پر عمل کرو گے تو تمہیں جنت مل جائے گی مگر دوسرے لوگ جو شرابیں پیتے ہیں، جوئے کھیلتے ہیں، بدیوں کا ارتکاب کرتے ہیں، گالی گلوچ بکتے رہتے ہیں، لڑائی جھگڑے پر دوسرے کا سر بھی پھوڑ دیتے ہیں جب اس قسم کی باتوں کو سُنتے ہیں تو کہتے ہیں جنت تو ہمیں حاصل ہے ہم جب اپنی مرضی کے مطابق کھاتے، مرضی کے مطابق پیتے اور مرضی کے مطابق تمام کام کرتے ہیں تو اس جنت کے علاوہ اور کونسی جنت ہے جس کی ہمیں ضرورت ہے بلکہ حق یہ ہے کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تم شراب چھوڑ دو، جؤا ترک کر دو، بدیوں سے باز آ جاؤ، گالی گلوچ سے کام نہ لو اور نہ لڑائی جھگڑے پر کسی کا سر پھوڑو تو وہ کہتے ہیں کہ ان باتوں پر عمل کرنا تو ایک دوزخ ہے ہم ان باتوں پر عمل نہیں کر سکتے۔ جس چیز کو جنت کہا جاتا ہے وہ تم ہمیں حاصل ہے۔ ہم اپنی مرضی کے مطابق تمام کام کرتے ہیں اور کسی کی حکومت برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ یہ کتنی بڑی جنت ہے جو ہمیں حاصل ہے۔ گویا ان کے خیال میں اگر کوئی گالی دے تو اُس کے جواب میں اگر اُس کا سر نہ پھوڑ دیا جائے تو یہ ایک بے کیف زندگی ہوگی۔ اسی طرح ان کے خیال میں اگر انہیں ناجائز رنگ میں اپنا مال اور اپنے اوقات استعمال کرنے سے روکا جائے تو یہ ان کے لئے بہت بڑا جہنم اور عذاب ہوگا لیکن اگر وہ اپنی مرضی کے مطابق کام کرتے رہیں تو ان کی زندگی جنت کی زندگی ہوگی۔ یہ تفاوت بھی اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اس آرام کو دیکھ کر جو انہیں ایک قریب عرصہ میں اور تھوڑے عرصہ کے لئے حاصل ہوتا ہے دھوکا کھا جاتے اور اپنی نظر کو محدود کر کے اس حقیقی جنت کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو انبیاء کی اطاعت میں انسانوں کو حاصل ہوتا ہے۔

تو جو چیز قریب ہوتی ہے وہ بعید کی چیزوں کی نظروں سے اوجھل کر دیتی ہے اور قریب والی چیز خواہ کتنی چھوٹی ہو بڑی دکھائی دیتی ہے اور دُور کی چیز خواہ کتنی بڑی ہو چھوٹی نظر آتی ہے۔ جیسے پہاڑ سینکڑوں میل لمبے چلے جاتے ہیں اور اونچے بھی وہ کئی کئی ہزار فٹ ہوتے ہیں مگر دُور سے دیکھنے والوں کو وہ ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں جیسے کوئی چھوٹا سا ٹیلہ ہوتا ہے لیکن ایک پنسل جو آنکھ کے سامنے ہوتی ہے وہ خواہ کتنی ہی چھوٹی چیز ہے انسان کو بڑی دکھائی دیتی ہے۔ شیشے کا

ایک گولہ جس کا قطر ایک انچ یا ڈیڑھ انچ ہو وہ بعض دفعہ اس پہاڑ سے بڑا دکھائی دیتا ہے جو سینکڑوں میل لمبا ہوتا ہے کیونکہ پہاڑ دُور ہوتا ہے اور شیشہ نے آنکھ کا احاطہ کیا ہؤا ہوتا ہے۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان کے نوجوانوں کے دماغوں کی کیفیت اسی قسم کی ہو رہی ہے اور بالعموم ان کے دل میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ اگر موجودہ جنگ میں انگریزوں کو ضُعف پہنچ جائے یا یہ ہار جائیں اور شکست کھا جائیں تو یہ اچھی بات ہوگی۔ خواہ اس کے ساتھ ہمیں بھی نقصان پہنچ جائے کیونکہ انہوں نے ہماری آزادی چھینی تھی اور ایک غیر مُلک سے آ کر ہم پر حکومت کی۔ اب موقع ہے کہ انہیں ان کے کئے کی سزا ملے اور جنگ میں ان کو ضُعف پہنچے۔ ایسا احساس دشمنوں یا غیر قوموں کے خلاف بعض دفعہ جائز اور بعض دفعہ ناجائز ہوتا ہے۔ یہ جائز ہوتا ہے اس وقت جب دُشمن کی تباہی یا جس سے اس کی مخالفت ہو اس کو ضُعف پہنچنا کسی اچھے انجام کا موجب ہو۔ اس صورت میں وہ بے شک مارا جائے اس کی پرواہ نہیں کی جاتی مثلاً ایک شخص خدا کے رسول پر حملہ کر رہا ہے یا ایسے وجود پر حملہ کر رہا ہے جو نہایت ہی قیمتی ہے تو ایسے وقت میں اگر ہم اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور اسے روکنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس جنگ کے نتیجہ میں اگر اسے مارتے ہوئے ہم خود بھی مَر جائیں تو یہ ایک مستحسن فعل ہوگا کیونکہ گو دُشمن کو نقصان پہنچاتے ہوئے ہم خود بھی مَر جائیں گے مگر ایک قیمتی وجود بچ جائے گا۔ لڑائیوں میں ہمیشہ ایسا ہوتا ہے۔ سپاہی آفیسرز کو بچانے کے لئے مارے جاتے ہیں اور آفیسرز اپنے سے بالا حُکام کی حفاظت کے لئے جان دے دیتے ہیں۔ اس کی ایک نہایت ہی عمدہ مثال اسلام کے ابتدائی زمانہ میں نظر آتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جنگِ صِفِّین کے موقع پر جب ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لشکر تھا اور دوسری طرف حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کا لشکر۔ اَور قریب تھا کہ وہ آپس میں لڑ پڑتے کہ بعض صحابہؓ نے درمیان میں پڑ کر بیچ بچاؤ کرا دیا۔ جب یہ خبر ان لوگوں کو پہنچی جو اس فتنہ کے بانی تھے اور جن میں سے بعض حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل تھے اور بعض حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے لشکر میں تو انہیں سخت گھبراہٹ ہوئی اور انہوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ مسلمانوں میں صلح ہو جانی ہمارے لئے سخت مُضِر ہوگی۔ کیونکہ ہم حضرت عثمانؓ کے قتل کی سزا سے اُسی وقت تک بچ

سکتے ہیں جب تک مسلمان آپس میں لڑتے رہیں۔ اگر صلح ہوگئی تو ہماری خیر نہیں۔ پس جس طرح بھی ہو سکے صلح نہیں ہونے دینی چاہئے۔ چنانچہ اُنہوں نے صلح کو روکنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ ان میں سے جو حضرت علیؓ کے ساتھ تھے انہوں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے لشکر پر اور جو اُن کے لشکر میں تھے انہوں نے حضرت علیؓ کے لشکر پر شبخون مار دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک شور پڑ گیا اور ہر فریق نے خیال کیا کہ دوسرے فریق نے اس سے دھوکا کیا اور غداری کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ دونوں طرف کا اسلامی لشکر جمع ہو گیا اور ان میں لڑائی شروع ہوگئی۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے کہا کہ کوئی شخص حضرت عائشہؓ کو اطلاع دے شائد ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اِس فتنہ کو دُور کر دے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ اونٹ پر سوار ہو کر آئیں مگر جب اُن کا اونٹ آگے کیا گیا تو نتیجہ اَور بھی خطرناک نِکلا۔ یعنی مفسدوں نے یہ دیکھ کر کہ ہماری تدبیر پھر رائیگاں ہونے لگی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ یہ دیکھ کر اسلامی لشکر سخت جوش میں آ گیا اور صحابہؓ اور بڑے بڑے بہادر اس اونٹ کے اِردگرد جمع ہو گئے۔ اُس وقت ان لوگوں میں ایک شخص مالک نامی بھی تھا جس کی بعض مؤرخ گو بڑی تعریفیں کرتے ہیں مگر مجھے تو اس شخص سے ہمیشہ نفرت محسوس ہوتی ہے۔ یہی شخص تھا جس نے اپنے ساتھیوں سمیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ پر حملہ کیا اور صحابہؓ ایک ایک کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت کے لئے آگے آئے اور شہید ہوتے چلے گئے۔ مَیں یقینی طور پر تو نہیں کہہ سکتا مگر جہاں تک مجھے یاد ہے بعض تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اِس موقع پر ستّر صحابہ شہید ہوئے۔ آخر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت زبیرؓ کے چھوٹے لڑکے آگے آئے اور اُنہوں نے ان مفسدوں سے لڑائی شروع کر دی۔ اتفاقاً وہ لڑتے لڑتے مالک کے قریب پہنچ گئے اور فوراً اس سے چمٹ گئے۔ مالک چونکہ اپنے دستہ کا افسر تھا اس لئے اُنہوں نے سمجھا کہ اگر مَیں نے اسے مار لیا تو بڑی کامیابی ہوگی کیونکہ باقی دستہ بھاگ جائے گا اور ہم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حفاظت کے ساتھ کسی دوسری جگہ پہنچا سکیں گے۔ چنانچہ جونہی وہ مالک کے قریب پہنچے انہوں نے اُسے پکڑ لیا اور اس سے کُشتی لڑنی شروع کر دی اور آخر لڑتے لڑتے یہ دونوں زمین پر گر گئے مگر ایسی صورت میں گرے کہ حضرت زبیرؓ کے لڑکے تو

نیچے آ گئے اور مالک اوپر۔ یہ دیکھ کر تمام سپاہی ارد گرد تلواریں کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ اگر موقع ملے تو مالک کو قتل کر دیا جائے مگر وہ مالک کو اُس وقت مار نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ ڈرتے تھے کہ اگر ہم نے مالک پر تلوار چلائی تو ساتھ ہی حضرت زبیرؓ کے لڑکے بھی شہید ہو جائیں گے۔ اس وقت ان کو بھی اس بات کا احساس ہؤا کہ یہ لوگ مالک کو اس لئے نہیں مارتے کہ اگر اسے مارا تو ساتھ ہی مجھ پر بھی حملہ ہونے کا خطرہ ہے اور مَیں بھی اس کے ساتھ ہی مارا جاؤں گا لیکن سات ہی انہیں خیال آیا کہ اگر مالک بچ گیا تو یہ پھر اپنے ساتھیوں سمیت حضرت عائشہؓ پر حملہ کر دے گا۔ پس انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ اگر مَیں مَرتا ہوں تو بے شک مَر جاؤں اِس وقت مالک کا زندہ رہنا مناسب نہیں۔ چنانچہ جب اُنہوں نے اپنے ساتھیوں کو اِرد گرد خاموش کھڑے دیکھا تو اُنہوں نے ان کو مخاطب ہو کر کہا:

أُقْتُلُوْنِیْ وَ مَالِکاً

أُقْتُلُوْا مَالِکاً مَّعِیْ[1]

کہ ارے تم انتظار کس بات کا کر رہے ہو! تم مجھے بھی مار ڈالو اور مالک کو بھی۔ تم کیا سوچتے ہو تم مالک کو بھی قتل کرو اور ساتھ ہی مجھے بھی۔

یہ سبق تھا جو اُنہوں نے اپنے ساتھیوں کو دیا کہ تم بجائے یہ دیکھنے کے کہ مَیں زندہ رہتا ہوں یا نہیں یہ دیکھو کہ اس شخص کے زندہ رہنے سے اسلام کو کتنا ضرر پہنچ سکتا ہے۔ پس تم اس بات کا انتظار نہ کرو کہ میں بچتا ہوں یا نہیں بلکہ تم مجھے بھی مار ڈالو اور مالک کو بھی تا کہ اس فتنہ کا سدِّ باب ہو اور یہ پھر اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے اپنا سر نہ اُٹھا سکے۔

غرض کبھی ایسا موقع آتا ہے کہ اپنے نقصان کا خیال نہیں کیا جاتا بلکہ صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ جس شخص یا قوم سے اختلاف ہے وہ کسی طرح تباہ ہو جائے۔ ایسی حالت میں اگر ہم اپنے دُشمن کو تباہ کرنے کی خاطر اپنے آپ کو بھی تباہ کر دیں تا جس چیز کی ہم حفاظت کرنا چاہتے ہوں وہ بچ جائے تو یہ بالکل درست اور مطابق عقل ہوتا ہے لیکن اگر یہ صورتِ حالات نہ ہو تو پھر ایسے حالات پر خوش ہونا کہ ہمیں جس سے اختلاف ہے وہ تباہ ہو جائے خواہ ساتھ ہم بھی تباہ ہو جائیں عقلمندی اور دُور اندیشی سے بالکل بعید ہوتا ہے۔

موجودہ جنگ کو ہی لےلو اگر اس وقت انگریزی حکومت کی تباہی کے نتیجہ میں ہندوستانیوں کی کوئی ایسی قیمتی چیز بچ جاتی جس کے بچ جانے کو لوگوں کی بربادی یا حکومت کی بربادی سے زیادہ قیمتی سمجھا جا سکتا تو بے شک عقلمند لوگ یہی کہتے کہ ہندوستانی بے شک تباہ ہو جائیں اگر ساتھ انگریز بھی تباہ ہوں تو یہ قُربانی مہنگی نہیں مگر واقعات پر اگر غور کیا جائے تو ایسی کوئی قیمتی چیز ہمیں نظر نہیں آتی جو انگریزوں اور ہندوستانیوں کے تباہ ہو جانے سے دُنیا کے لئے محفوظ کی جا سکتی ہو بلکہ ہمیں اگر نظر آتا ہے تو یہ کہ انگریزی قوم اگر تباہ ہو تو ہندوستان اس کے ساتھ ہی تباہ ہوتا ہے اور تباہ بھی کسی بڑی چیز کو بچانے کے لئے نہیں بلکہ ایک بڑی چیز کو کھو کر تباہ ہوتا ہے۔

مَیں نے جیسا کہ ایک پچھلے خطبہ جمعہ میں بتایا تھا انگریزی قوم کا میلان اس وقت ہندوستانیوں کے متعلق اس قسم کا ہے کہ وہ آئندہ اُنہیں زیادہ سے زیادہ آزادی دیں گے اور یہ بالکل ناممکن ہے کہ انگریز اَب ہندوستان کو پیچھے کی طرف لے جائیں۔ اب ہندوستانی آگے کی طرف ہی بڑھیں گے اور یقیناً اس جنگ کے بعد جو ہندوستان کو آزادی حاصل ہوگی وہ اس سے بہت زیادہ ہوگی جو اَب ہندوستانیوں کو حاصل ہے لیکن اگر اِس جنگ میں انگریز ہار جائیں اور ان کی جگہ کوئی اور قوم آجائے تو اس وقت ہندوستان کی وہی حالت ہو جائے گی جو غدر کے وقت تھی۔ بلکہ اس سے بھی بدتر حالت ہونے کا امکان ہے اور مَیں یہ بھی بتا چُکا ہوں کہ انگریزی قوم اپنے ماتحتوں پر بِالطبع اتنی سختی نہیں کرتی جتنی سختی دوسری قومیں کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ایمپائر میں بہت بڑی وسعت ہوئی۔ کیونکہ کوئی بڑی شہنشاہیت دُنیا میں قائم نہیں ہو سکتی جب تک وہ اپنے ماتحتوں سے حسنِ سلوک نہیں کرتی اور برطانوی ایمپائر کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ اپنے ماتحتوں سے سلوک کرنے میں ایک حد تک نرمی کرتی ہے۔ انگریزوں کی ایمپائر بہت بڑی ایمپائر ہے اور یہ اسی جذبہ کی وجہ سے اپنی ایمپائر بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ دوسری قومیں جو اپنی ایمپائر بنانے میں کامیاب نہیں ہوئیں وہ اسی لئے نہیں ہوئیں کہ وہ سختی کرتی ہیں اور یہ نرمی کرتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ انگریز روحانی آدمی ہیں اُنہوں نے محض اپنے سیاسی فوائد کے لئے یہ رنگ اختیار کیا ہوا ہے۔ مگر بہرحال یہ رنگ ہمارے لئے مُفید ہے ورنہ غلطیاں ان سے بھی ہوتی ہیں اور ظلم برطانوی حکومت کے ذمہ دار حُکام بھی کر لیا کرتے ہیں جیسے میں نے بتایا تھا کہ

ہماری جماعت بعض حُکام کے مظالم کا تختہ مشق رہی گو اس کے اصل محرک ہندوستانی افسر تھے مگر بہرحال انگریز افسروں نے ان کے ساتھ تعاون کیا۔ ان کی پیٹھ ٹھونکی اور ان مظالم میں ان کا تائیدی پہلو اختیار کیا۔ پس یہ نہیں کہ مَیں انہیں مذہبی آدمی سمجھتا ہوں یا کامل دیانتدار اور ہر قسم کے ظلم سے مبرّا یقین کرتا ہوں بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ ان کی پالیسی اَور حکومتوں کی پالیسی سے بدرجہا بہتر ہے۔ ان کی پالیسی یہ ہوتی ہے کہ لوگوں پر اتنی سختی نہیں کرنی چاہئے کہ وہ مقابلہ کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں اور یہی وجہ ہے کہ یہ ترقی کر رہے ہیں۔ انگریز پہلے حکمران نہیں جنہوں نے دُنیا پر حکومت کی ہو بلکہ انگریزوں سے ایک لمبا عرصہ پہلے سپین نے اپنی حکومت کی توسیع شروع کی چنانچہ جاپان کے پاس تک کا علاقہ یعنی فلپائن، سپین کے ماتحت تھا۔ امریکہ کا اکثر حصّہ سپین کے ماتحت تھا، افریقہ کا کافی حصّہ سپین کے ماتحت تھا اور یورپ کی تمام طاقتیں اس سے اسی طرح ڈرتی تھیں جس طرح آج حکومتِ انگریزی سے اور حکومتیں ڈرتی ہیں۔ اس کے بعد پرتگیز اُٹھے اور اُنہوں نے ہندوستان اور دوسرے ممالک میں ترقی کی۔ پھر ہالینڈ والے نکلے اور اُنہوں نے ترقی کی، پھر انگلستان اور فرانس والے نکلے اور اُنہوں نے دُنیا میں ترقی کی مگر باقی جس قدر قومیں تھیں وہ آئیں اور مٹ گئیں کیونکہ ان میں ایمپائر بنانے کی قابلیت موجود نہ تھی۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ انہیں دوسروں پر غلبہ حاصل ہو جائے۔ یہ نہیں چاہتے تھے کہ لوگوں کو فائدہ بھی پہنچائیں۔ گویا ان کی مثال بالکل اس عورت کی سی تھی جس کے متعلق کہانیوں میں لکھا ہے کہ اس کے پاس ایک مرغی تھی جو روزانہ ایک سونے کا انڈا دیتی۔ اس نے خیال کیا کہ بجائے اس کے کہ روزانہ ایک ایک انڈا حاصل ہو کیوں نہ مَیں مرغی کو ذبح کر کے تمام انڈے اس کے اندر سے نکال لوں۔ چنانچہ اُس نے سونے کے انڈے نکالنے کے لئے اسے ذبح کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرغی بھی مَر گئی اور اُسے انڈے بھی نہ مل سکے۔ وہ بھی جھٹ پٹ سارے انڈے نکالنے کی کوشش کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ مرغی مَر جاتی اور ان کی حرص بھی پوری نہ ہوتی مگر انگریز ذہین تھے اُنہوں نے کہا کہ لوگوں کو اتنا نہیں چوسنا چاہیے کہ ان میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے بلکہ انہیں بھی کھلانا چاہیئے اور خود بھی فائدہ اُٹھانا چاہیئے جیسے بھینس کا ہوشیار مالک بھینس کو عمدہ چارہ کھلاتا، اچھا پانی پلاتا اور اُس کی خوب خبر گیری کرتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے

کہ مَیں اِسے کھلاؤں گا اور یہ مجھے دودھ، گھی دے گی۔ پس ہوشیار مالک اسے خوب کھلاتا، پلاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر مَیں نے اُسے کچھ نہ کھلایا تو یہ دودھ، گھی بھی نہیں دے گی۔ اِسی طرح اگر تم چاہو تو بے شک یہ کہہ لو کہ انگریز ہندوستانیوں کو خودغرضی کے طور پر بعض فوائد پہنچاتے ہیں مگر مَیں کہوں گا کہ یہ ویسی ہی خودغرضی ہے جیسے اچھا مالک بھینس کو محض اپنے فائدہ کے لئے کھلاتا پلاتا ہے۔ بے شک اس میں مالک کی بھی خودغرضی ہوتی ہے مگر بہرحال وہ اس مالک سے بہتر ہوتا ہے جو بھینس کو بھوکا رکھ رکھ کر مار ڈالتا ہے۔ وہ بیشک اسے کھلاتا ہے اپنے دودھ کے لئے، وہ بیشک اُسے پلاتا ہے اپنے گھی کے لئے مگر بہرحال بھینس کو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ کہیں اسے نہلایا دھلایا جاتا ہے، کہیں اس کی مالش کرائی جاتی ہے، کہیں اسے عمدہ سے عمدہ چارہ کھلایا جاتا ہے۔ وقت پر پانی پلایا جاتا ہے اور جانور اپنے مالک سے اس سے زیادہ کی اُمید بھی نہیں رکھتا۔ وہ جانور کی امیدیں پوری کر دیتا ہے اور جانور اُسے دودھ گھی دے دیتا ہے۔ پس انگریزوں کی مثال اس اچھے زمیندار کی سی ہے جو اپنی بھینس گھوڑے یا گائے وغیرہ کی خدمت بھی کرتا ہے اور اس سے کام بھی لیتا ہے مگر دوسری حکومتوں کی مثال ایک بوچڑ کی سی ہے جو چھری پھیرتا اور گائے یا بھینس کو ذبح کر دیتا ہے۔ وہ گوشت تو خود کھالیتا ہے اور ہڈیاں وغیرہ اُٹھا کر باہر پھینک دیتا ہے اور کہتا ہے کون اس کی نگرانی کرے، کون اسے کھلائے پلائے، کون اس کی مالش کا بندوبست کرے، کون اسے نہلائے دھلائے۔ پس وہ چھری اُٹھاتا اور اُسے ذبح کر کے رکھ دیتا ہے۔

غرض انگریزی قوم بالطبع شریف واقع ہوئی ہے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ ہر شخص جو انصاف پسند ہو اور بُغض اور کینہ کا شکار نہ ہو وہ اگر سنجیدگی اور متانت کے ساتھ غور کرے تو اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ انگریز دوسروں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ ایسی صورت میں اس بات پر خوش ہونا اور یہ امیدیں لگائے بیٹھنا کہ اب انگریزوں کو ان کے کئے کی سزا ملنے لگی ہے۔ میرے نزدیک نہایت بےوقوفی کی بات ہے۔ اگر یہ معمولی جنگ ہوتی اور اس میں انگریزوں کو خفیف سی زک پہنچنے کا اندیشہ ہوتا جیسے ابے سینیا کے معاملہ میں انگریزوں کو زک ہوئی یا چیکوسلویکیا کے معاملہ میں انہیں زک پہنچی اور انگریزی حکومت میں انتشار پیدا ہونے کا خطرہ نہ ہوتا جیسے ابے سینیا یا چیکوسلویکیا

کے معاملہ میں جب انگریزوں کو زک ہوئی تو ہندوستان، انگلستان، افریقہ، آسٹریا اور کینیڈا وغیرہ کا انتظام اسی طرح بحال رہا اور اُسے کوئی ضُعف نہ پہنچا صرف لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ انگریزوں کی کچھ ہیٹی ہوئی ہے تو ایک حد تک کہا جا سکتا تھا کہ انگریزوں کو یہ سزا ملی ہے لیکن اگر لوگ بھی خطرہ میں ہوں اور تمام برطانوی ایمپائر بھی خطرہ میں گھری ہوئی ہو جیسا کہ اس جنگ میں اِس وقت تک کے آثار سے معلوم ہوتا ہے تو اس وقت میرے نزدیک اس قسم کی احمقانہ باتوں کی بجائے ہر شخص کو چاہئے کہ عقل سے کام لے اور بے عقلی یا غُصہ سے پرائے شگون میں اپنا ناک کٹوانے کا مصداق نہ بن جائے۔ میرے نزدیک آج ہمیں اپنے تمام اختلافات کو بھُول جانا چاہئے اور انگریزوں سے پورا پورا تعاون کرنا چاہئے تا کہ جنگ کی بلا ٹل جائے اور ہندوستان کے لوگ بھی اور برطانوی ایمپائر بھی اس عظیم الشان مصیبت سے بچ جائے۔ جو کچھ پہلی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے وہ بھی یہی ہے کہ انگریزوں کا دَور نسبتاً مُفید بابرکت اور اچھا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ تحریر فرمایا اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء سے ایسی دُعائیں کبھی نہیں کرواتا جو اُس کے دین اور سلسلہ کے لئے مضِر ہوں بلکہ حق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ایسی دُعائیں ہمیشہ خدا تعالیٰ کے تصرف کے ماتحت ہوتی ہیں۔ عام آدمی نادانی سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ جیسے ہم دُعا کیا کرتے ہیں اسی طرح نبی نے بھی دُعا مانگی ہوگی۔ حالانکہ عام آدمیوں کی دُعا اور نبیوں کی دُعا میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ نبیوں کی اکثر اہم دُعائیں ایسی ہی ہوتی ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے کرائی جاتی ہیں بلکہ بعض دفعہ ایسی دُعائیں بھی خدا تعالیٰ کروا دیتا ہے جن کو بعد میں اُس نے ردّ کر دینا ہوتا ہے اور اس میں بھی کئی حکمتیں ہوتی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ذریعہ سے اپنے بندوں کو بعض نئے علوم عطا فرماتا ہے۔

حدیثوں میں آتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں سے کہتا ہے کہ تم مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا۔[2] پس خالی دُعا کا سوال نہیں بلکہ اس دُعا کا سوال ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ خود کہتا ہے کہ مجھ سے مانگو مَیں تمہیں دوں گا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی شفاعت کے متعلق ذکر کرتے ہوئے حدیثوں میں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے کہے گا تُو

مانگ مَیں تجھے دوں گا۔ اِس پر مَیں اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا۔[۳]

تو انبیاء کی اور انبیاء کے رنگ میں رنگین لوگوں کی دُعائیں خاص حکمتوں کے ماتحت ہوتی ہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ بجا اور موزوں ہے کہ وہ دُعائیں اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کے ماتحت ہوتی ہیں اور خدا خود ان کی زبان سے اس قسم کی دُعائیں نکلواتا ہے تا کہ ان کو قبول کرے۔ نادان انسان اپنی دُعاؤں پر قیاس کر کے کہتا ہے کہ مَیں نے بھی خدا سے دُعا مانگی تھی مگر وہ خدا نے قبول نہ کی۔ شائد اسی قسم کی کوئی دُعا اللہ تعالیٰ کے نبی نے بھی مانگی ہے جس کی قبولیت ضروری نہیں اور وہ یہ نہیں جانتا کہ انبیاء میں اور عام لوگوں میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکومتِ برطانیہ کی کامیابی کے لئے دُعا مانگنا بھی اِسی بات کی علامت ہے۔ موجودہ جنگ کے متعلق اس وقت تک جو خبریں آ رہی ہیں ان کو سُن کر بعض ناواقف لوگ سمجھتے ہیں کہ کوئی زیادہ اہم بات نہیں حالانکہ ہوشیار آدمی الفاظ کے پیچھے سے خود بخود نتیجہ نکال لیتا ہے۔

اِس وقت جو لڑائی ہو رہی ہے اس کے پیچھے کئی حکومتیں ایسی ہیں جنہیں پتہ ہے کہ وہ کس طرف جائیں گی مگر ابھی وہ اس امر کا اظہار نہیں کرتیں۔ وہ کوشش کر رہی ہیں کہ ابھی ان کے ارادے ظاہر نہ ہوں لیکن جس وقت ان کے دلی خیالات کو چھپانے کی تمام کوششیں ناکام ہو جائیں گی اس وقت وہ ظاہر ہو جائیں گی اور اس سے بھی زیادہ خطرناک حالات پیدا ہو جائیں گے جتنے اس وقت پیدا ہیں اور جو قومیں اس وقت جنگ سے علیحدہ ہیں اور اپنے آپ کو غیر جانبدار کہہ رہی ہیں وہ بھی آہستہ آہستہ اس لپیٹ میں آ جائیں گی جیسے بگولہ جب اُٹھتا ہے تو وہ اِردگرد کے روڑے، پتھر اور تنکے بھی کھینچ کھینچ کر اپنے اندر شامل کر لیتا ہے۔ اسی طرح جب یہ جنگ ہیبت ناک صورت میں شروع ہوئی تو بگولے کی طرح اس میں چیزیں پڑنی شروع ہو جائیں گی اور کوئی تعجب نہیں کہ ہندوستان کے مُلک میں بھی اس لڑائی کا اثر آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ بھی ایک سُنت ہے کہ وہ بعض دفعہ ایک رؤیا دکھلاتا اور پھر اُسے بھلا دیتا ہے مگر سالہا سال کے بعد جب ان کا ظہور شروع ہوتا ہے تو پھر وہ انہیں یاد دلا دیتا ہے اور اس طرح انسان یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ کس طرح سالہا سال پہلے خدا تعالیٰ ان واقعات کی خبر دے چُکا تھا۔

مَیں نے بھی بعض خوابیں ۱۹۱۵ء یا ۱۹۱۶ء میں دیکھیں جن میں سے بعض مجھے بھُول گئیں اور بعض کے متعلق مَیں سمجھتا تھا کہ ان کی کوئی باریک تعبیر ہے مگر پچھلے سال سے دُنیا میں جو واقعات رونما ہورہے ہیں ان سے مجھے معلوم ہورہا ہے کہ ان میں سے بعض رؤیا ظاہر پر مبنی تھیں اور میں صرف ان کو اس لئے باریک اشارے سمجھتا تھا کہ اس وقت تک حالات ظاہر نہ ہوئے تھے۔ اِسی زمانہ کی رؤیا میں سے آج مجھے ایک رؤیا یاد آئی ہے جو ۱۹۱۵ء یا ۱۹۱۶ء میں مَیں نے دیکھی اور مجھے حیرت آتی ہے کہ وہ رؤیا کتنی واضح ہے جس کے پورا ہونے کے اب سامان ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ وہ خواب ہے تو سخت خطرناک اور اس سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ دُنیا میں بہت بڑی تباہی آنے والی ہے مگر اُمید کی جھلک بھی دکھائی گئی ہے۔ پس چونکہ اس کا تعلق بظاہر موجودہ جنگ کے ساتھ ہے اس لئے مَیں اُسے بیان کر دیتا ہوں۔

مَیں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے جس میں مَیں کھڑا ہوں۔ اتنے میں مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عظیم الشان بَلا جو ایک بہت بڑے اژدہا کی شکل میں ہے دُور سے چلی آرہی ہے۔ وہ اژدہا دس بیس گز لمبا ہے اور ایسا موٹا ہے جیسے کوئی بہت بڑا درخت ہو۔ وہ اژدہا بڑھتا چلا آتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ دُنیا کے ایک کنارے سے چلا ہے اور درمیان میں جس قدر چیزیں تھیں ان سب کو کھاتا چلا آرہا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے وہ اژدہا اس جگہ پر پہنچ گیا جہاں ہم ہیں اور مَیں نے دیکھا کہ باقی لوگوں کو کھاتے کھاتے وہ ایک احمدی کے پیچھے بھی دوڑا۔ اُس احمدی کا نام مجھے معلوم ہے مگر مَیں بتاتا نہیں وہ احمدی آگے آگے ہے اور اژدہا پیچھے پیچھے۔ مَیں نے جب دیکھا کہ اژدہا ایک احمدی کو کھانے کے لئے دوڑ پڑا ہے تو مَیں بھی ہاتھ میں سونٹا لے کر اس کے پیچھے بھاگا لیکن خواب میں مَیں محسوس کرتا ہوں کہ مَیں اتنی تیزی سے دوڑ نہیں سکتا جتنی تیزی سے سانپ دوڑتا ہے۔ چنانچہ وہ اتنی تیزی سے دوڑتا ہے کہ مَیں اگر ایک قدم چلتا ہوں تو سانپ دس قدم کے فاصلے پر پہنچ جاتا ہے لیکن بہرحال مَیں دوڑتا چلا گیا یہاں تک کہ مَیں نے دیکھا وہ احمدی ایک درخت کے قریب پہنچا اور تیزی سے اس درخت پر چڑھ گیا اِس نے خیال کیا کہ اگر مَیں درخت پر چڑھ گیا تو مَیں اِس اژدہا کے حملہ سے بچ جاؤں گا مگر ابھی وہ اس درخت کے نصف میں ہی تھا کہ اژدہا اس کے پاس پہنچ گیا اور سَر اُٹھا کر اسے

نگل گیا۔ اِس کے بعد وہ پھر واپس لوٹا اور اس غصّہ میں کہ مَیں اس احمدی کو بچانے کے لئے کیوں اس کے پیچھے دوڑا تھا اُس نے مجھ پر حملہ کیا مگر جب وہ مجھ پر حملہ کرتا ہے تو مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے قریب ہی ایک چارپائی پڑی ہوئی ہے مگر وہ بُنی ہوئی نہیں صرف باہیاں وغیرہ ہیں درمیان میں سوت سے اُسے بُنا نہیں گیا۔ پس جس وقت اژدہا میرے پاس پہنچا مَیں کود کر اُس چارپائی پر کھڑا ہو گیا اور مَیں نے ایک پیر ایک سرے پر اور دوسرا پیر دوسرے سرے پر رکھ لیا۔ جب اژدہا چارپائی کے قریب پہنچا تو لوگ مجھے کہنے لگے کہ آپ اس اژدہا کا کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں جبکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما چکے ہیں کہ **لَا یَـدَانِ لِاَحَـدٍ بِـقِتَـالِهِـمَا** [۲] اس وقت مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ سانپ کا حملہ دراصل یاجوج اور ماجوج کا حملہ ہے اور یہ حدیث ان کے بارہ میں ہے اور مَیں اس وقت یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ یہ دجال بھی ہے۔ پس وہ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ آپ اس کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں جبکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ فرما چکے ہیں کہ دُنیا کی کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ اتنے میں وہ اژدہا میری چارپائی کے قریب پہنچ گیا اور مَیں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنی شروع کر دی۔ اِسی دوران میں مَیں ان احمدیوں سے جنہوں نے مجھے مقابلہ کرنے سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما چکے ہیں کہ یاجوج اور ماجوج کا مقابلہ دُنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکے گی تو آپ ان کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں کہتا ہوں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ **لَا یَـدَانِ لِاَحَـدٍ بِـقِتَالِهِـمَا** کہ کسی کے پاس کوئی ایسا ہاتھ نہیں ہوگا جس سے وہ ان دونوں کا مقابلہ کر سکے مگر مَیں نے تو اپنے دونوں ہاتھ ان کی طرف نہیں اُٹھائے بلکہ مَیں اپنے ہاتھ خدا کی طرف اُٹھا رہا ہوں اور خدا تعالیٰ کی طرف ہاتھ اُٹھا کر فتح پانے کے امکان کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ردّ نہیں فرمایا۔ غرض مَیں نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی اور مَیں نے دیکھا کہ دُعا کرنے کے نتیجہ میں اس اژدھا کے جوش میں کمی آنی شروع ہو گئی اور آہستہ آہستہ اس کی تیزی کم ہو گئی چنانچہ وہ پہلے تو میری چارپائی کے نیچے گھسا پھر اس کے جوش میں کمی آنی شروع ہوئی، پھر وہ خاموشی سے لیٹ گیا اور پھر مَیں نے دیکھا کہ وہ ایک ایسی چیز بن گیا ہے جیسے جیلی ہوتی ہے۔

اس کے بعد مَیں نے دیکھا کہ وہ اژدہا پانی ہوکر بہہ گیا اور مَیں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھا دُعا کا کیسا اثر ہوا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیشک یہ فرمایا تھا کہ لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِھِمَا (مجھے اِس وقت نہیں یاد کہ حدیث میں ھِمْ یا ھِمَا ہے لیکن رؤیا میں مَیں نے ھِمَا ہی کہا ہے اِس لئے رؤیا کے الفاظ ہی لکھے گئے ہیں) مگر آپ کا مفہوم یہ تھا کہ کوئی طاقت دُنیوی طاقتوں میں سے ان کا مقابلہ نہیں کر سکے گی اور اگر کوئی چاہے گا کہ اپنے ہاتھوں کے زور سے ان کو مٹا دے تو یہ ناممکن ہوگا۔ آپ نے اس میں کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ دُعا سے بھی یہ فتنہ فرو نہیں ہوگا۔ چنانچہ دیکھو جب مَیں نے اپنے ہاتھ اس کے مقابلہ کی غرض سے اس کی طرف بڑھانے کے بجائے خدا تعالیٰ کی طرف بڑھائے تو یہ پانی ہوکر بہہ گیا۔ اس رؤیا کے ماتحت مَیں سمجھتا ہوں کہ ممکن ہے یہ جنگ ہندوستان کے اندر بھی آجائے۔ خوابیں چونکہ تعبیر طلب ہوتی ہیں اس لئے یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی یہی تعبیر ہے لیکن ممکن ہے اس کی یہی تعبیر ہو اور اگر ایسا ہی ہوا تو یہ امر کوئی بعید نہیں کہ جنگ کے شعلے ہندوستان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیں۔ ہماری جگہ تک اس اژدہا کے پہنچنے کے یہی معنے ہیں کہ وہ جنگ ہندوستان میں آجائے یا اس کے اثرات ہندوستان کے لوگوں تک بھی پہنچیں۔ گویا دونوں طرح ہندوستان اس میں شریک ہو سکتا ہے۔ اس رنگ میں بھی کہ یہ جنگ ہندوستان میں آجائے اور اس رنگ میں بھی کہ اس جنگ کے اثرات اتنے وسیع ہو جائیں کہ ہندوستان کے بھی لاکھوں لوگ اس جنگ کی وجہ سے زخم خوردہ ہو جائیں اور وہ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہیں۔

پھر گزشتہ سال کی مجلس شوریٰ کے موقعہ پر مَیں نے اپنا ایک رؤیا بیان کیا تھا کہ ہم ایک کشتی میں بیٹھے ہیں جو سمندر میں ہے اور سمندر بہت وسیع ہے۔ ایک طرف برطانوی علاقہ ہے اور سمندر کے دوسری جہت میں ایک دُشمن کا علاقہ ہے۔ اتنے میں یکدم شور اُٹھا اور گولہ باری کی آواز آنے لگی اور اتنی کثرت اور شدّت سے گولہ باری ہوئی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک گولے اور دوسرے گولے کے چلنے میں کوئی فرق نہیں۔ اِسی اثنا میں مَیں نے محسوس کیا کہ ہم پانی کے نیچے ہیں اور گویا طوفانِ نوح کی طرح دُنیا پانی میں غرق ہوگئی ہے لیکن آخر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم بچ گئے ہیں۔ یہ خواب تفصیل کے ساتھ مجلس شوریٰ کی رپورٹ میں چھپ چکی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ لڑائی معمولی نہیں اور اس کے اثرات بہت وسیع پیدا ہوں گے۔ پس جماعت احمدیہ کو ان حالات میں یہ دیکھنا چاہئے کہ اسلام اور احمدیت اور ہندوستان کا کس امر میں فائدہ ہے اور دوسرے ہندوستانیوں کو یہ دیکھنا چاہئے کہ ہندوستان اور ہندوستان والوں کا کس امر میں فائدہ ہے جہاں تک مَیں سمجھتا ہوں ایک ہندوستانی ہونے کی حیثیت میں بھی یقیناً انگریزوں کی فتح مُفید ہے اور اگر ہم اسلام اور احمدیت کے نقطۂ نگاہ سے دیکھیں اور ہم غور کریں کہ کس کے جیتنے میں احمدیت کا فائدہ ہے تو اس صورت میں بھی یقیناً یہی نظر آئے گا کہ انگریزوں کی فتح اسلام اور احمدیت کے لئے مُفید ہے مگر نوجوانوں کی ذہنیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ تھوڑے ہی دن ہوئے مَیں سیر کے لئے باہر نکلا تو ایک نوجوان میرے پاس دوڑتا ہؤا آیا۔ اس کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے اور اس نے آتے ہی مجھے کہا حضور پولینڈ میں روس داخل ہوگیا ہے۔ مَیں نے اس وقت مُسکرا کر کہا کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روس کے ساتھ آپ کی بھی پتّی ہے۔ (پتّی پنجاب میں حصّہ کو کہتے ہیں) پھر تھوڑے سے وقفہ کے بعد مَیں نے انہیں سمجھایا اور کہا کہ میرے لئے یہ کیسے تعجب کی بات ہوگی اگر ہمارا کوئی شدید دُشمن منارۃ المسیح کے نیچے کھڑا ہو اور ایک احمدی یہ کہے کہ کیا ہی اچھا ہوا گر یہ منارہ گر جائے اور یہ دُشمن اس کے نیچے دب کر مَر جائے۔ مَیں نے کہا کیا آپ ایسے احمدی کی خواہش کو معقول کہیں گے؟ اگر نہیں تو پھر غور کریں اس وقت ایک طرف اسلام اور احمدیت کی اشاعت کا سوال ہے، ایک طرف اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کا مسئلہ ہے اور دوسری طرف یہ بات ہے کہ حکومت کے بعض حکام نے ہمیں دُکھ دیا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ انہیں سزا ملے۔ اب کیا ان دونوں باتوں کا موازنہ کرتے ہوئے کوئی شخص بھی یہ کہنے کے لئے تیار ہے کہ اسلام کی تبلیغ بے شک رُک جائے، احمدیت کی اشاعت بے شک بند ہوجائے، دین کو پھیلانے کی راہ میں جو آسائشیں ہیں وہ بیشک جاتی رہیں مگر کسی طرح میرے دل کا کینہ پورا ہوجائے۔ بیشک جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بیان کیا تھا۔☆ مقامی حکومت کے ساتھ ہر مخلص احمدی کی اس وقت تک جنگ جاری رہے گی جب تک ان حکام کو جو ان شرارتوں کے بانی تھے سزا نہ ملے گی اور قادیان کو ہمارے مذہبی مرکز

☆ گو زبانی میں نے نہیں کہا مگر خطبہ کی اصلاح کرتے وقت مَیں نے بڑھا دیا تھا۔

کی حیثیت سے حکومت تسلیم نہ کر لے گی اَور موجودہ جنگ کے ختم ہونے کے بعد ممکن ہے ہم اپنے اس حق کا پھر حکومت سے مطالبہ کرنا شروع کر دیں لیکن مقامی حکومت کے بعض افسروں سے ہماری وہ جنگ ایسی ہی تھی جیسے گھر میں دو آدمی آپس میں لڑ پڑیں۔ بھائی بھائی بھی بعض دفعہ آپس میں لڑ پڑتے ہیں مگر جب کوئی غیر آ جائے تو پھر انہیں اپنی لڑائی بھول جاتی ہے اَور وہ متحد ہو کر دُشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اس وقت بھی حکومتِ انگریزی کو ایک بہت بڑی مُہم درپیش ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس معاملہ میں حکومت کی امداد کریں کیونکہ اس حکومت کے ساتھ اسلام اور احمدیت کی تبلیغ وابستہ ہے اور اگر یہ حکومت جاتی رہی تو یہ تمام فوائد بھی ہمارے ہاتھ سے نِکل جائیں گے۔ ہمارا یہ پچاس سالہ تجربہ ہے کہ دُنیوی حکومتوں میں سے سب سے بہتر حکومت برطانیہ ہے۔ دوسرے نمبر پر ہالینڈ کی حکومت ہے کیونکہ ہم نے جاوا اور سماٹرا میں تبلیغ کی اور ہم نے دیکھا کہ وہ لوگ ہماری راہ میں روک نہیں بنے بلکہ اُنہوں نے ہمارے مبلغوں کے ساتھ انصاف کی حد تک تعاون کیا اَور ان دونوں سے اُتر کر بعض اَور حکومتیں بھی ہیں۔ جن میں یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ بھی شامل ہے۔ گو حکومتِ امریکہ بعض دفعہ ہمارے مبلغوں کو اپنے مُلک میں داخل ہونے سے روکتی بھی رہی ہے۔ چنانچہ تحریک جدید کے ماتحت ہمارا ایک مبلغ یہاں سے امریکہ گیا تو اُنہوں نے اُسے اپنے مُلک سے نکال دیا محض اس لئے کہ وہ ایک ایسے مذہب سے تعلق رکھتا ہے جس میں ایک وقت میں دو عورتوں سے شادیاں کرنا جائز ہے چنانچہ اُنہوں نے اس سے سوال کیا کہ تم یہاں دوسری شادی کی کسی کو اجازت دو گے یا نہیں؟ اُس نے کہا نہیں کیونکہ ہماری تعلیم یہ ہے کہ جس حکومت کے ماتحت رہیں اُس کے احکام کی اطاعت کریں۔ جب یہاں کی حکومت دو شادیاں جائز نہیں سمجھتی تو مَیں بھی کسی کو دوسری شادی کی اجازت نہیں دوں گا۔ اُنہوں نے کہا اچھا یہ بتاؤ تم اسے جائز سمجھتے ہو یا نہیں؟ وہ کہنے لگا ہماری تعلیم یہ ہے کہ جس حکومت کے ماتحت رہو اُس کی پوری پوری اطاعت کرو۔ اس تعلیم کے ماتحت میں اس جگہ اسے جائز نہیں سمجھوں گا۔ وہ کہنے لگے یہاں کا سوال جانے دو۔ تم باہر کے کسی مُلک میں دو شادیاں جائز سمجھتے ہو یا نہیں؟ وہ کہنے لگا یہ تو میرے مذہب کی تعلیم ہے مَیں اِسے ناجائز کس طرح سمجھ سکتا ہوں۔ اُنہوں نے کہا تو پھر تم یہاں نہیں آ سکتے۔ حالانکہ انہیں صرف اپنے مُلک سے غرض تھی

نہ کہ دوسرے مُلکوں سے۔ سیاست کا تعلق صرف اسی حد تک ہے کہ امریکہ والے کہیں کہ جو ہمارے مُلک میں آتا ہے وہ نہ خود دوسری شادی کرے اور نہ اوروں کو دو شادیاں کرنے کی تلقین کرے مگر یہ انہیں کہاں سے اختیار حاصل ہو گیا ہے کہ وہ یہ مطالبہ کریں کہ دوسرے مُلکوں میں رہ کر بھی تم اسی قانون کے پابند رہو جو امریکہ میں جاری ہے۔ حتّٰی کہ انہوں نے اس کے سامنے قرآن کھول کر رکھ دیا اور مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ[۵] والی آیت پر ہاتھ رکھ کر اس سے پوچھا کہ تم اس آیت کو مانتے ہو یا نہیں؟ اُس نے کہا مَیں اِسے مانتا ہوں۔ وہ کہنے لگے پھر تمہیں اِس مُلک میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ یہ اس مُلک کا حال ہے جو آزادیٔ مذہب میں انگریزوں سے بھی زیادہ روادارانہ جذبات رکھنے کا مُدعی ہے۔ اس کے بعد بیشک وہ یہ دعوٰی کرتے رہیں مگر ہم انہیں یہی کہیں گے کہ تم بے شک آزادیٔ مذہب کے اصول کے قائل ہو مگر انگریزوں سے کم اور ہم یہ رائے اس وقت تک رکھنے پر مجبور ہیں جب تک تم ان قواعد کو نہ بدل دو جو اس قدر تنگ دلی اور تنگ نظری پیدا کرنے والے ہیں۔ ہم یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ والوں کے ممنون احسان بھی ہیں کہ اُنہوں نے ہمارے بعض پُرانے مبلغوں کو اپنے مُلک میں رہنے کی اجازت دی ہوئی ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سرزمین امریکہ میں نہایت جوشیلے احمدی موجود ہیں، وہ چندے بھی دیتے ہیں، وہ تبلیغ بھی کرتے ہیں اور سلسلہ کے کاموں میں بڑے اخلاص سے حصّہ لیتے ہیں۔ غرض وہ اسلام کی نہایت خدمت کرنے والی مخلص اور جوشیلی جماعت ہے۔

پس یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ کا دوسرے بہت سے ممالک سے اچھا نمونہ ہے مگر پھر بھی جب تک وہ اس قسم کی تنگدلی کو دور نہیں کرے گی ہم اس بات پر مجبور ہیں کہ انہیں انگریزوں سے کم روادار قرار دیں۔

دوسرے نمبر پر ہالینڈ کی حکومت ہے۔ سماٹرا اور جاوا میں بیسیوں جگہ احمدیہ جماعتیں قائم ہیں اور حکومت کے افسر اُن کے ساتھ تعاون کرتے ہیں بلکہ ان کے دو قونصل مجھے ملنے کے لئے قادیان بھی آئے تھے اور اُنہوں نے مجھے کہا تھا کہ چونکہ آپ کی جماعت کے کئی لوگ ہمارے مُلک میں آباد ہیں اس لئے ہم نے چاہا کہ جماعت کے مرکز کو بھی دیکھ لیا جائے۔ ان میں سے

ایک کو تو خصوصیت سے حکومت ہالینڈ نے یہاں بھیجا تھا تا کہ وہ مرکز کے متعلق براہ راست واقفیت حاصل کرے۔ غرض یہ دو حکومتیں تو صاف طور پر نظر آتی ہیں۔ باقی حکومتوں کا یہ حال ہے کہ ان کے مُلک میں ہمارا مبلغ چار مہینے رہتا ہے تو وہ اسے پکڑ کر باہر نکال دیتی ہیں۔ پھر وہ اگلی حکومت کے علاقہ میں جاتا ہے اور وہاں سے دو چار ماہ کے بعد اسے نکلنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ پھر وہ اگلی حکومت میں جاتا ہے اور وہاں بھی اسے یہی کہا جاتا ہے کہ نکل جاؤ ہمارے مُلک سے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ دُنیا میں ان قوموں کی حکومت ہو جو احمدی مبلغین کو کان پکڑ پکڑ کر اپنے مُلک سے باہر نکال دیں اور اسلام اور احمدیت کی اشاعت کا دروازہ بند ہو جائے۔ صرف اس لئے کہ بعض انگریزوں نے ظلم کئے اور تم چاہتے ہو کہ اس ظلم کی انہیں سزا ملے۔ مَیں جیسا کہ بتا چُکا ہوں جب امن کا وقت ہوگا اور ایسے مقابلہ کی ضرورت پیش آئے گی مَیں یقیناً جماعت سے مطالبہ کروں گا کہ جو مظالم اس پر ہوتے رہتے ہیں ان کو یاد کرتے ہوئے وہ ان حُکام کو سزا دلوائے جو ان شرارتوں کے بانی تھے مگر جب پھر کوئی خطرے کا وقت آیا تو مَیں کہوں گا کہ حکومت کی مدد کرو کیونکہ تبلیغ ذاتی جذبات مادی نقصانات اور زبانی ہتک سے بہت زیادہ قیمتی ہے۔ ایک شخص ہم سے آپ آپ کہہ کر گفتگو کرے مگر ہمیں تبلیغ کرنے کی اجازت نہ دے اور دوسرا ہمیں مارے پیٹے اور گالی گلوچ دے مگر تبلیغ کی اجازت دے تو مَیں تو یہی کہوں گا کہ جو شخص ہمیں مارتا ہے وہ زیادہ اچھا ہے بہ نسبت اس کے جو ہمیں آپ آپ کہتا ہے مگر تبلیغ سے روکتا ہے۔ میرے قلبی جذبات اس بارے میں جو کچھ ہیں ان کا اظہار میں نے ایک شعر میں کیا ہوُا ہے۔ جب یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ میں داخل ہونے سے پہلے مفتی محمد صادق صاحب کو روکا گیا تو اس وقت مَیں نے ایک نظم کہی جس کا ایک شعر یہ ہے کہ ؎

اس زندگی سے موت ہی بہتر ہے اے خدا
جس میں کہ تیرا نام چھپانا پڑے ہمیں

پس یہ مظالم تو حقیر چیز ہیں میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ اس زندگی سے موت بہتر ہے جس میں انسان کو اللہ تعالیٰ کا نام چھپانا پڑے اور مَیں تو چاہتا ہوں کہ اگر کوئی ایسا نظام فائق ہونے والا ہو جس میں تبلیغ کے راستہ میں یقینی طور پر روکیں واقع ہو جاتی ہوں تو اُس دن کے آنے سے

پہلے پہلے ہر احمدی مَر جائے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کہہ سکے کہ اے میرے خدا جب تک مَیں زندہ رہا مَیں نے تیرے نام کو نہیں چھپایا میری موت کے بعد اگر کوئی ایسی روکیں تیرے نام کی بُلندی میں حائل ہوگئی ہیں تو مجھے ان کا علم نہیں۔

پس یہ دن ایسے نہیں ہیں کہ ہم دوسری قسم کے جذبات کی رَو میں اپنے آپ کو بہاتے چلے جائیں۔ میرے نزدیک ہر وہ احمدی جو آج حکومت برطانیہ کے ساتھ تعاون کرنے میں تنگی محسوس کرتا ہے یا تو اس کی عقل میں فتور ہے یا اس کے دین میں فتور ہے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ تم ان مظالم کو بھُول جاؤ وہ چیزیں موجود ہیں اور جب جنگ ختم ہوگی تو پھر ان کے متعلق سوال اُٹھا دیا جائے گا لیکن جب اس سے بہت زیادہ اہم معاملہ اور ایک ہیبت ناک خطرہ ہمارے سامنے موجود ہے تو ہمیں یقیناً اپنے تمام سابقہ اختلافات کو بھُول جانا چاہئے اور میرے نزدیک اگر کوئی احمدی ان باتوں کو دیکھنے کے باوجود پھر بھی اپنے دل میں قبض محسوس کرتا اور حکومت برطانیہ کی مدد سے گریز کرتا ہے تو اس کے متعلق مَیں یہی سمجھوں گا کہ یا تو اس کی عقل میں فتور ہے اور یا اس کے دین میں فتور ہے۔ دونوں میں سے ایک بات ضرور ہے۔ مَیں نے پہلے بھی کئی دفعہ آنے والے واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے مجھے متعدد بار متعدد رؤیا اور کشوف کے ذریعہ ان حالات کی خبر دی ہوئی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے بھی تمام باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ تم اس بات کو معمولی نہ سمجھو بلکہ یقیناً یاد رکھو کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بارہا بتایا دُنیا میں ایسی آفات آنے والی ہیں کہ وہ قیامت کا نمونہ ہوں گی اور بسا اوقات ان آفات کو دیکھ کر انسان یہ خیال کرے گا کہ اب دُنیا میں شاید کوئی انسان بھی باقی نہیں رہے گا۔ ایسے نازک موقع پر اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا اور قُربانیوں کو کمال تک پہنچانا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ جب ہماری جماعت اپنی قُربانی کو کمال تک پہنچا دے گی اور اپنی ذمہ داریوں سے پوری طرح عُہدہ برآ ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اُس کی مدد بھی اُس کے شاملِ حال ہوگی۔

پس مَیں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی ذہنی اصلاح کرے جیسا کہ اس نے اپنی ظاہری اصلاح کی ہوئی ہے کیونکہ اگر کسی شخص کے دل میں اس قسم کے خیالات پیدا ہو جائیں تو ان کے

نتیجہ میں ایمان بھی کمزور ہو جاتا ہے کم از کم اس معاملہ میں ہماری جماعت کی مثال ''من چہ سرائم وطنبورہ من چہ سرائد'' والی نہیں ہونی چاہئے کسی حنفی کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ سیّد عبدالقادر صاحب جیلانی کی قبر کی طرف مُنہ کر کے نماز تک پڑھنا جائز سمجھتا تھا۔ کسی نے اُسے کہا کہ سیّد عبدالقادر صاحب جیلانی تو حنفی نہیں تھے وہ تو حنبلی تھے وہ کہنے لگا حضرت ان کا مذہب اور میرا مذہب اور۔ تو یہ مقام کوئی خوشکن مقام نہیں کہ تمہارا طریق اَور ہو اور میرا طریق اَور۔ باقی اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرو کہ وہ اس عظیم الشان بلا سے ہماری جماعت کو محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ رؤیا میں لَا یَدَ انِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِھِمَا کا نکتہ مجھ پر کھولا۔ حقیقت یہی ہے کہ ہمارے اندر یہ طاقت تو نہیں کہ ہم آمنے سامنے ہو کر ان کا مقابلہ کریں لیکن خدا کی طرف ہم اپنے ہاتھوں کو بلند کر سکتے ہیں اور یقیناً اگر ہم اس سے دعائیں کریں تو وہ ہماری سُنے گا اور ہماری تائید کے لئے غیر معمولی سامان پیدا کر دے گا۔ پس یہ جو آفتیں آنے والی ہیں ان پر اصل غلبہ دعا کے ذریعہ ہی ہو گا اور کیا تعجب ہے کہ اس جنگ میں ایک وقت ایسا آ جائے جب کہ اتحادی ہم سے دُعا کی درخواست کریں اور جیسا کہ رؤیا بتاتی ہے اگر وہ اخلاص سے اس طرف توجہ کریں تو خدا تعالیٰ میری دُعا کی برکت سے یہ مصیبت ان سے دور کر دے گا لیکن ابھی ان کے دماغ اس مقام پر نہیں آئے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھیں بلکہ اس وقت اگر کسی انگریز کے سامنے میری اس تقریر کا یہ حصّہ رکھ دیا جائے تو وہ کہے گا کہ یہ کوئی پاگل ہے جو پاگل خانے سے چھوٹ کر آیا ہے۔ کیا ہماری حفاظت کے لئے ہمارے پاس توپ خانے اور بحری بیڑے اور ہوائی جہاز اور بڑے بڑے اسلحہ موجود نہیں اور اگر ان ہتھیاروں کے باوجود ہمیں فتح حاصل نہ ہو تو اس کی دُعا سے کس طرح فتح حاصل ہو سکتی ہے؟ مگر جب مصائب آتے ہیں تو اس وقت ذہن خود بخود ان باتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ پس کیا تعجب ہے کہ خدا تعالیٰ اسلام کی صداقت کا ایک زندہ نشان اس طرح دکھا دے کہ جب ان کی مصیبتیں بڑھ جائیں اور انہیں ان کا کوئی علاج نظر نہ آئے تو وہ جماعت احمدیہ اور اس کے امام سے کہیں کہ آپ ہماری اس مصیبت کے دور ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں اور جب ہم اس درخواست کے بعد دُعا کریں گے تو مَیں اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہوں کہ وہ ان وعدوں کے مطابق جو اس نے ذاتی طور پر مجھ سے کئے اور ان وعدوں کے مطابق

جواس نے میری پیدائش سے بھی پہلے میرے متعلق کئے وہ میری دُعا کو سُن لے گا اور اسلام اور احمدیت کی صداقت کے لئے ایک زندہ نشان دکھا دے گا۔ اِنْشَاءَ اللہ بِفَضْلِہٖ وَرَحْمَتِہٖ‘‘

(الفضل ۱۶ /اکتوبر ۱۹۳۹ء)

ا۔ المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجمل باب سیرۃ عائشہ و علی وزبیر جلد ۱۵ صفحہ ۲۵۴ مطبع ادارۃ القرآن الاسلامیہ اشرف منزل کراچی ۱۹۸۶ء۔

۲۔ کنز العمال کتاب الزکٰوۃ من قسم الافعال باب فی فضل الفقرو الفقراء فصل فی فضلِھا مطبعہ مؤسسۃ الرسالۃ الطبعۃ الخامسۃ ۱۹۸۱ء

۳۔ تفسیر ابن کثیر الجزءالثالث صفحہ ۲۶۵ مکتبہ اسلامیہ ۲۰۰۹ء

۴۔ سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال و خروج عیسٰی ابن مریم

۵۔ النساء :۴